خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 57

Track - 1

57:06

''خوش رہنے کے طریقے''

بسم اللہ الرحمن الرحیم... معزز خواتین وحضرات ہم سب چھوٹے بڑے اس بات سے واقف ہیں کہ اور اس تجربے سے گزرتے رہتے ہیں کہ چھوٹے لوگ یعنی چھوٹے بچے جب اپنے بڑوں کے سامنے جاتے ہیں ، جھک کر سلام عرض کرتے ہیں، ادب و احترام جو ہمارے معاشرے میں ضروری ہے۔ اس کا اظہار کرتے ہیں۔ تو زیادہ تر ہم اپنے بزرگوں سے دو باتیں کہتے ہیں۔ ایک بات تو یہ کہی جاتی ہے۔ کہ ہر چھوٹا اپنے بڑوں سے دعا کا طالب ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ صاحب میرے لئے دعا کریں۔ بزرگ حضرات دعائیں دیتے ہیں۔ شفقت سے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہیں۔ اس دعا سے اور شفقت سے ہاتھ پھیرنے سے ایک طرح کی تسکین ہوتی ہے۔ ہر آدمی اس سے واقف ہے۔ مثلاً آپ کسی اپنی دادی کے پاس جائیںیا دادا کے پا س جائیں۔ وہ آپ کو دعائیں دیں یا سر پہ ہاتھ پھیریں یا آپ کی پیشانی چومیں تو آپ کو ایک ایسی تسکین کا احساس ہوتا ہے۔ جس کی آپ کسی بھی طرح کوئی قیمت نہیں لگا سکتے۔ دوسری بات جو ہمارے چھوٹے بچے ، نوجوان،بھئی یہ خواتین باتیں نہ کریں بھئی۔ چھوٹے بچے، نوجوان یہ کہتے ہیں صاحب ہمیں کوئی نصیحت کریں۔ ہمیں کوئی نصیحتۓ کریں۔ وہ بڑے پھر دعائیں دیتے ہیں۔ دعا کے ساتھ ساتھ وہ کوئی ایسی بات کہہ دیتے ہیں بیٹا خوش رہا کرو، بیٹا اللہ کا شکر ادا کیا کرو، بیٹا کسی کی دل آزاری نہ کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ بزرگوں کی اس نصیحت پہ عمل ہو یا نہ ہو لیکن ایک جذبہ اور ایک ولولہ آدمی کے اندر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہمیں ایسا کرنا چاہئے۔ جو سعید روحیں ہیں وہ نصیحتوں کے اوپر عمل بھی کرتی ہیں۔ اور وہ عمل ان کی زندگی کے لئے ایک مشعل راہ بن جاتی ہے۔ میں نے یہ تمہید اس لئے عرض کی کہ اب میں بھی اسی کشتی میں سوار ہوں کہ جہاں بزرگی کا لیبل لگ جاتا ہے۔ آج کل تو بزرگ بھی پچاس سال میں ہوجاتے ہیں۔ دانت ٹوٹ گئے، کمر جھک گئی، ہائے گھٹنوں میں درد ہوگیا۔ تو وہ تو بیچارے جلد ہی بزرگ ہوجاتے ہیں لیکن میں بہرحال عمر کے حساب سے میرا خیال ہے۔ صحیح بزرگ ہوگیا ہوں۔ پھر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو عزت دینا چاہتے ہیں ... و تعز من تشاء و تزل من تشاء ...... انک علیٰ کل شیء قدیر ... جب اللہ تعالیٰ کسی کو عزت دینا چاہتے ہیں تو وہ وسائل فراہم کردیتے ہیں جن سے آدمی کو عزت نصیب ہوتی ہے۔ اور کسی کو ذلیل کرنا چاہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ تو ایسے وسائل بن جاتے ہیں جن سے آدمی ذلیل ہوجاتا ہے۔ یہ ذلت اور عزت انسان کا اپنا ذاتی وصف نہیں ہے۔

عزت اور ذلت اللہ کی طرف سے ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ جب اللہ
تعالیٰ کسی کو عزت دینا چاہتے ہیں تو لوگوں کے دل میں اس کی محبت ڈال
دیتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ کسی کے لئے کچھ کہتا ہے یا
دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرلیتے ہیں۔ ایک مریض آیا اس
نے کہا کہ صاحب میں بڑا بیمار ہوں میں نے دعا کردی یا کوئی علاج بتادیا اللہ
تعالیٰ نے اسے شفا دے دی نام ہوا کہ جی عظیمی صاحب سے علاج کرایا تھا جی
وہاں سے ٹھیک ہوگئے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ عظیمی صاحب کے پاس جتنے
لوگ جاتے ہیں سب ہی تو ٹھیک نہیں ہوجاتے۔ یہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ عظیمی
صاحب کے پاس اتنے لوگ آئے ان میں اکثریت ٹھیک ہوگئی۔ لیکن عظیمی صاحب
تو یہ چاہتے ہیں کہ جو بھی بندہ آئے کوئی بھی ایسا نہ ہو جو بیمار رہے۔ پھر وہ
بندے بیمار کیوں رہتے ہیں انہیں صحت کیوں نہیں ہوتی؟ بات حساب کتاب کی
ہے یہ بھی سیدھی سی بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ صحت دینا چاہتے ہیں اسے
صحت ہوجاتی ہے اور جس کے لئے ابھی صحت کا حکم نہیں ہے ابھی وہ بیماری
کا وقت اسے پورا کرنا ہے۔ میرا اپنا تجربہ زندگی کا چالیس سال سے میں اس
لائن میں لگا ہوا ہوں کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی صاحب آتے ہیں ہم کہتے
ہیں ہاں بھائی دعا کریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں یا اللہ یہ پتہ
نہیں کہاں سے آیا اور بڑے ارمان سے آیا اس کا کام کردے۔ اب وہ جو کہا تھا کہ
دعا کریں گے وہ یاد ہی نہیں رہی دعا کرنی ہے۔ جمعہ کو بہت ساری
مصروفیات ہوجاتی ہیں۔ وہ جو وقتی طور پر یہ کہا یہ یا اللہ اس کا کام کردے
وہ جناب اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرلیتا ہے اور اس کا کام ہوجاتا ہے۔ اب وہ آکے
کہتا ہے کہ صاحب مٹھائی کا ڈبہ ہے اور یہ ہے بھئی کیا ہوا کہ جی آپ نے دعا
کی تھی ، یاد ہی نہیں ہے دعا بھی کی تھی یا نہیں کی تھی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ ہمارا دل ہوتا ہے کہ اس بندے کا کام ہونا چاہئے ہم جناب رات کو بھی اٹھتے
ہیں، جو کچھ پڑھنا پڑھانا وہ پڑھتے بھی ہیں ، جو کچھ تصرف کا طریقہ پیر و
مرشد سے ملا وہ بھی کرتے لیکن صاحب صحت نہیں ہوتی کچھ بھی کرلو۔ وہ
بندہ بیمار ہی رہتا ہے۔ الٹ پلٹ کردیں کہ بھئی تو یوں کرلے ، اب تو یہ پڑھ لے،
اب یہ کرلے، پھر دعا بھی کرتے ہیں کہ اچھا اب یہ کرلو، اب نماز کے بعد دعا
کرلو، چلو رات کو اٹھ کے دعا کریں گے ، بھئی مراقبہ کا وقت بڑا اچھا ہوتا ہے
اس میں یکسوئی ہوتی ہے، اس وقت دعا کریں گے۔ لیکن صاحب اگر اللہ نہیں
چاہتا تو کام نہیں ہوتا۔ یہ ایک تجربہ ہے۔ تو بات کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے
عزت دینی ہے تو بیماروں کو بھی اچھا کردیتا ہے۔ اس کے پاس آنے والے لوگوں کو
جو مشورہ دیا جاتا ہے اس میں ان کو کاروبار میں بھی فائدہ ہوجاتا ہے، تو نتیجہ
یہ نکلا اور میرا تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ بندے کے بس میں تو کچھ ہے نہیں۔ سب
کچھ اللہ ہی کرتا ہے۔ اب چونکہ اللہ نے کسی بندے کو عزت دینی ہے اس لئے
اللہ تعالیٰ اس کا کام کرتے رہتے ہیں۔ بندوں کا یقین ہے اللہ کے ساتھ وہ چونکہ
زبانی ہے دلی نہیں ہے اس لئے وہ زبانی یقین کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں

اللہ کے بندے نے کہہ دیا تھا کام ہوگیا۔ بس صاحب زبان سے نکلا اور کام ہوا۔
لیکن وہ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے بھئی جن کے لئے دعائیں کی جارہی ہیں ان کا
کام کیوں نہیں ہوتا۔ میرے ایک بزرگ وصال ہوگیا سہروردی سلسلے کے بڑے
پڑھے لکھے آدمی داتا صاحب کے ہاں انہوں نے حاضری دی۔ صاحب مراقبہ بھی
تھے۔ داتا صاحب کی زیارت ہوئی۔ سلام دعا ہوئی۔ ان سے داتا صاحب کی
خدمت میں عرض کیا صاحب میں فلاں کام کرنا چاہتا ہوں کرلوں؟ اس میں
مجھے فائدہ ہوگا؟ داتا صاحب نے کہا ہاں کرلو، فائدہ ہوگا۔ وہ جناب انہوں نے
کیا کیا جتنے دوست احباب تھے سب سے پیسے لے لئے ، سب سے کہہ دیا بھئی داتا
صاحب نے کہہ دیا کام تو ہونا ہی ہونا ہے۔ اب ظاہر ہے آدمی دنیا میں رہتے
ہوئے اسکو لالچ بھی ہوتا ہے۔ اور اس کو پھر داتا صاحب کا سہارا مل گیا۔ تو وہ
جو کام لاکھ روپے کا تھا وہ انہوں نے دس بیس لاکھ روپے سے کام کیا۔ یہ بڑی
پرانی بات ہے اب سے کوئی تیس سال پرانی بات آپ کو بتا رہا ہوں۔ بڑے خوش
بڑے مطمئن صاحب بھئی یہ تو کامیابی ہونی ہی ہونی ہے یہ تو داتا صاحب نے
فرمادیا ہے۔ ہوا یہ کہ وہ سارا چوپٹ ہوگیا۔ اتنا بڑا نقصان ہوا کہ وہ ان کے
اپنے پیسے تو گئے تھے جو یار دوستوں سے ادھار لے کر لگائے تھے الٹا ادھار ان پر
چڑھ گیا۔ انہیں بڑا افسوس ہوا ، بڑا رنج ہوا کہ بھئی یہ ہوا کیا۔ تو یہ داتا
صاحب سے ناراض ہوگئے۔ کہنے لگے چھوڑیں جی کیا جانا۔ بس کہہ دیا ۔ ایک
دفعہ وہ کراچی سے لاہور گئے۔ بادامی باغ بھی کسی کام سے گئے ۔ لیکن داتا
صاحب کے ہاں انہوں نے حاضری نہیں دی۔ کچھ مان بھی ہوتا ہے اس کا مطلب
یہ نہیں گستاخی نہیں جیسے کوئی ہے آپ کا دوست آپ نے توقع کی اس نے کام
نہیں کیا یار یہ دیکھو ایک کام کہا تھا یار کیا ملنا۔ تو ا س کے پیچھے کوئی دشمنی
یا کوئی وہ کوئی ناراضگی نہیں ہوتی بلکہ دل برا ہوتا ہے کہ یار ایک بندے سے
کام کہا تھا اگر کردیتا تو کیا ہرج تھا۔ نہیں گئے۔ ان کے پیر صاحب لاہور ہی میں
قیام تھا۔ جب وہ داتا صاحب کے ہاں گئے تو داتا صاحب نے ان پیر صاحب سے
شکایت کی کہ بھئی اقبال نام تھا ان کا کہ بھئی اقبال اتنا ناراض ہوگیا کہ ہمارے
محلے میں آکے ہمارے مزار کے سامنے سے گزر گیا اور ہمیں سلام بھی نہیں کیا۔
اتنی یعنی گستاخی ہے یہ تو گستاخ ہے وہ ۔تو پیر صاحب نے فرمایا کہ حضور
بات یہ ہے کہ اس نے آپ سے پوچھا تھا جو کچھ سرمایہ تھا وہ بھی لگا دیا۔ جو
کچھ اپنی بیوی کے پاس ، بہن کے پاس زیور تھا وہ بھی بیچ دیا۔ پھر یہ کہ وہ
دوستوں سے بھی قرضہ لے لیا۔ وہ تو بالکل ہی ختم ہوگیا۔ داتا صاحب نے فرمایا
کہ دیکھو جی بات جو اصلی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے جب کہا تھا کہ یہ کام کرلو
تو ہمارے ذہن میں یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کریں گے اللہ تعالیٰ
رحیم و کریم ہیں وہ ہماری دعا قبول کر ہی لیتے ہیں اپنی مہربانی سے تو ہم
نے کہہ دیا بھائی کرلو۔ اب ہم نے دعا کی اللہ نے نہیں قبول کی تو ہم کیا کریں
بھئی؟ ہم تو قصور وار جب تھے جب ہم دعا نہ کرتے۔ تو بھئی اب ہمارا تو اس
میں کوئی دوش ہے نہیکہ بھئی ہم نے تو دعا کردی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ

بھئی ایک بات اور بھی تو ذرا سوچنے سمجھنے کی ہے ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول نہیں کی مالک ہیں ، خود مختار ہیں، لیکن ساتھ ساتھ یہ بات ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب بھی ہیں۔ انہیں سب پتہ ہے۔ آگے پیچھے کا۔ تو جب اس نے اقبال نے ہم سے دعا کے لئے کہا تھا اس وقت اس کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ زیور بھی بیچ دوں گا، دوستوں سے قرضے بھی لے لوں گا۔ تو اس نے لالچ کیا۔ یعنی فقیر کی دعا سے ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش کی۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے دعا قبول نہ کی ہو۔ یہ بڑی سوچنے کی بات ہے۔ بھئی میں آپ کے پاس آیا کہ صاحب کہ میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں میرے پاس دس ہزار روپے ہیں آپ کہتے ہیں ہاں کرلو بالکل یہ اتنا فائدہ ہوجائے گا۔ میں کہوں اچھی بات ہے بھئی یہ دس ہزار میں مجھے جب دوہزار فائدہ ہورہے ہیں تو میں ایک لاکھ سے کیوں نہ کروں۔ تو اس کام کی

Capacity

ہی اتنی ہے اس کی کھپت ہی اتنی نہیں ہے تو نقصان تو ہونا ہے۔ بہرحال بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کچھ قبول کرلیتے ہیں تو کام ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے تو کام نہیں ہوتے اور یہ دنیا میں کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے ، کوئی بھی ایسا بزرگ نہیں ہے کہ جس نے یہ کہا ہو کہ نعوذ باللہ میں خدا ہوں میں جو چاہے کرسکتا ہوں۔ وہ یہی کہتا ہے ہاں بھئی ہوجائیگا۔ دعاکریں گے تم بھی دعا کرو، محنت کرو، کوشش کرو۔ اور کام اس لئے ہوجاتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا دوست کہہ دیا ہے تو دوست کی پاسداری ہوتی ہے۔ دوست کو عزت بھی دینی ہے۔ دوست کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک نمونہ بنا کر پیش کرنا ہے کہ بھئی اللہ کے بھی دوست ہوتے ہیں۔ تو بزرگ اس کی خدمت میں جب لوگ جاتے ہیں تو یہ پوچھتے ہیں ایک تو یہ کہتے صاحب دعا کرو تو اس کے پیچھے میں نے غور کیا یہ بات ہے کہ جب ہم یہ اپنے بزرگوں سے کہتے ہیں کہ دعا کروتو اس کا پہلا مطلب تو یہ ہے کہ ہمارے دل میں کہیں نہ کہیں اللہ کا یقین موجود ہے۔ جبھی تو ہم کہتے ہیں دعا کرو۔ ورنہ کیا ضرورت ہے دعا کرو۔ پھر جب وہ کہتے ہیں ہاں جی دعا کردی یا اللہ ایسا کردے ویسا کردے، تو پھر وہ یقین اور زیادہ روشن ہوتا ہے۔ تو ہمیں ہمارے اندر یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ اب ہمارا کام ہوگیا۔ تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ آپ کے دل میں اللہ کا کہیں تصور موجود ہے۔ اچھا یہ بھی تصور موجود ہے کہ بھئی اللہ کے کچھ برگزیدہ بندے بھی ہوتے ہیں۔ ایسے بندے جن کی اللہ بات سنتا ہے۔ تو اس سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ ہمیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ بندہ اللہ کو دیکھ بھی سکتا ہے سنا بھی سکتا ہے ، منوا بھی سکتا ہے۔ اور یہ جوبات ہے کہ صاحب نصیحت کرو۔ اب نصیحت کرو ، نصیحت کا مطلب یہی ہے کہ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی اصلاح کا مادّہ موجود ہے۔ ہمارے اندر جو کمزوریاں ہیں ، کوتاہیاں ہیں، غلطیاں ہیں ہم انہیں ختم کرکے اپنی زندگی میں اچھائیاں داخل

کرنا چاہتے ہیں اس بنیاد پر کہتے ہیں ہمیں نصیحت کرو تاکہ ہماری زندگی
میں جو خرابیاں در آئی ہیں ان کو ختم کرکے اچھی باتیں اختیار کریں۔ یہ بات
میں آپ سے اس لئے عرض کررہا تھا کہ میری بھی صورت اب یہی ہے کہ ایک تو
لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ دعا کروں کہیں بھی چلا جاؤں، لندن میں چلاجاؤں،
امریکہ میں چلا جاؤں، پاکستان میں رہوں، گھر پہ رہوں، کسی کے گھر چلا
جاؤں، کوئی آدمی ملے تو وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ صاحب میرے لئے دعا کریں۔ یہ
میں نے آپ کو بتادیا دعا وہ اس لئے کراتا ہے کہ بھئی اس کا کوئی تعلق اللہ سے
ہے۔ یہ دعا کرے گا اللہ ہماری التجا سن لیں گے خطائیں معاف کردیں گے۔ ایک
تو یہ کہ آپ اس بات کی بھی دعا کریں کہ آپ لوگوں کا یہ جو حسن ظن ہے کہ
اللہ سے میرا تعلق ہے اللہ تعالیٰ مزید اس میں استحکام عطا فرمائے۔ مجھے بھی
آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہو۔ نصیحت کی بات یہ ہے بھائی کہ اب
لوگ مجھ سے کہتے ہیں صاحب ہمیں نصیحت کرو۔ اب میں یہ نصیحت کروں کہ
آپ نماز پڑھو۔ وہ تو سب کو ہی پتہ ہے نماز ضروری ہے۔ نماز کو تو کوئی
چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ اب میں یہ نصیحت کروں بھئی کہ جھوٹ نہ بولا کروو۔
بھی سب کو پتہ ہے کہ جھوٹ بولنا بہت بری بات ہے۔ اب میں کہوں بھئی دیکھو
بات سنو غصہ نہ کیا کرو یہ کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ
غصہ کرتے ہیں میں تو ان سے محبت ہی نہیں کرتا۔ والکاظمین الغیض والعافین
عن الناس واللہ یحب المحسنین ... کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے جو غصہ نہیں
کرتے ان کو احسان کرنے والا سمجھتا ہے اللہ اور ان سے محبت کرتا ہے۔ اس کا
سیدھا سا مطلب الٹ لے لیں کہ جو لوگ غصہ کرتے ہیں لوگوں کو معاف نہیں
کرتے اللہ ان سے محبت نہیں کرتا۔ پہلی بات تو یہ ہے غصہ کرنے سے آدمی اللہ
کی محبت سے محروم ہورہا ہے۔ اس سے بڑی محرومی اور کیا ہوسکتی ہے۔
اچھا بھئی اس غصہ کا فائدہ بھی کوئی نہیں ہے۔ ہم نے تو نہیں دیکھا غصہ کا
کوئی فائدہ بھی ہوا ہو۔ کام خراب تو ہوتا ہے۔ اچھا تو کبھی نہیں ہوتا۔ اچھا
میں یہ کہوں کہ صاحب لالچ نہ کرو۔ دنیا کے کسی آدمی کو آپ پکڑ کے پوچھیں
بھئی لالچ کے بارے میں کیا خیا ل ہے کہے گا بہت بری بات ہے۔ ایک انتہائی درجے
جواری ہے، شرابی ہے آپ اس سے کہیں کہ بھائی ہم بھی شراب پینا شروع
کردیں۔ کہے گا نہیں نہیںبری بات ہے۔ کہ بھائی آپ تو پیتے ہیں ۔ بھائی اچھی
بات نہیں کرتا میں۔ میرے لئے بھی دعا کرو اللہ میرے لئے اس سے نجات عطا
کرے۔ کبھی یہ نہیں کہے گا کہ بہت اچھی بات ہے۔ ایک آدمی جوا کھیلتا ہے وہ
کہے گا بھئی بڑی اچھی چیز ہے تم کھیل رہے ہو یار ہم بھی کھیلیں گے۔ وہ کہے
گا نہیں نہیں گھر برباد ہوجائے گا۔ برباد ہوجاؤگے، تباہ ہوجاؤگے۔ میں تو بالکل
فقیر ہوگیا ہوں ، سڑک پر آگیا ہوں۔ کبھی نہیں کروائے گا وہ۔ تو اس کا مطلب
ہے کہ اب نصیحت کیا کریں۔ اب آپ کو یہ پتہ ہے کہ جھوٹ نہیں بولنا میں
کہوں جی جھوٹ نہ بولو وہ تو آپ جھو ٹ بولنے کی عادت پڑ گئی تو میری
نصیحت کا کیا اثر ہوگا؟ تو اب چونکہ بہت زیادہ لوگوں کا رجحان ہوگیا کہ

صاحب نصیحت کرو، نصیحت کرو، نصیحت کرو، تو اب میں سوچتا رہتا ہوں کہ بھئی اب یہ بھی اچھا نہیں لگتا بھئی ان سے نصیحت نہ کروں تو میں نے بہت زیادہ سوچ بچار کے بعد بہت زیادہ سوچ بچار کے بعد ایک بات میری سمجھ میں آئی یہ آپ لوگ اس کو بڑے غور سے سنیں وہ آپ نے سنا ہوگا نہ بڑے بوڑھے جو کہتے ہیں وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ اس میں وہ آپ ادھر ادھر نہیں کرسکتے۔ تو اب میں بھی اس عمر میں پہنچ گیا ہوں جہاں کہی ہوئی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ نصیحت یہ کرنی چاہئے کہ خوش رہو۔ خوش رہو۔ اب وہ کہے۔ جی کیسے خوش رہیں۔ یہ پریشانی وہ پریشانی۔ ہاں بھئی اور خوش رہنے سے کیا ہوگا۔ بھئی ہمارے خوش رہنے سے ہمارے گھر کے دس بندے تو خوش نہیں ہوجائیں گے۔ اور اگر چلو ہم خوش رہ کے ہنسیں گے تو لوگ کہیں گے پاگل ہوگیا ہے۔ ہر وقت ہنستا ہی رہتا ہے۔ تو میں نے اس پہ اور زیادہ سوچ بچار کیا۔ تو میری سمجھ میں بڑے نقطے کی بات آئی۔ اور نقطے کی بات یہ آئی کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو ہمارے باپ کو ، ہمارے جد امجد کو نوازش واکرام سے اپنا خلیفہ بنادیا، فرشتوں کا مسجود بنادیا۔ یعنی فرشتوں سے سجدے کرادیا۔ جن میں سے جن لوگوں میں جنات میں سے سجدہ نہیں کیا انہیں ملعون قرار دے دیا۔ یہ سب نعمت و اکرام کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم کی رہائش کے لئے ایک مقام بنایا۔ اس کا نام جنت رکھا۔ جنت کا مطلب یہ ہے کہ جہاں کسی قسم کا غم نہ ہو، خوف نہ ہو، ڈر نہ ہو، فساد نہ ہو، محنت نہ ہو، مزدوری نہ ہو، جنت کا یہی مطلب ہے نا۔ کہ سوائے آرام کے ، آسائش کے کوئی وہاں آپ کو کوئی جوں کاٹنے کی بھی تکلیف نہ ہو۔ مچھر بھی نہ ہو، مکھی بھی نہ ہو۔ ایک خوبصورت جگہ اللہ نے بنائی۔ اور اس میں نہریں، آبشاریں، شہد، درخت، پھول، یعنی وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جنت کے رقبہ میں جمع کردیں جہاں آدمی اگرساری دنیا کا بادشاہ بن جائے تو وہ بھی تصور نہیں کرسکتا۔ سکون وہاں ہے، پھل وہاں ہیں، دودھ کی نہریں وہاں ہیں، شہد کی نہریں وہاں ہیں، محلات وہاں ہیں،زر و جواہرات وہاں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حوریں وہاں ہیں، غلمان وہاں ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سکون ہی سکون ہے بے سکونی ہے ہی نہیں۔ اچھا مرنے کا وہاں خوف نہیں آدمی مرجائے گا۔ موت کا بھی خوف نہیں۔ بیماری وہاں نہیں ہے۔ گندگی غلاظت وہاں نہیں ہے۔ پیدائش کا سلسلہ وہاں نہیں ہے۔ یعنی پیدائش ہے لیکن پیدائش کا مرحلہ جو گندگی غلاظت جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ کہ میں نے تمہیں گندگی سے نطفہ سے بنایا وہ بھی نہیں ہے وہاں۔ یعنی پیدائش میں بھی پاکیزگی ہے انوار ہیں ، روشنیا ں ہیں۔وہ جگہ اللہ تعالیٰ نے بناکے سجا کے سنوار کے آدم کو اور ان کی بیگم کو کہا کہ بھئی اب تم یہاں رہا کرو۔ لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا سے یہ کہا کہ یہاں رہنے کی ایک شرط ہے۔ وہ شرط کیا ہے۔ کہ خوش ہوکے رہنا ہے۔ فکلها منها رغداً حیث شئتما … کھاؤ پیو جاؤ پورے علاقے میں کھاؤ پیو ۔ سارا علاقہ تمہارا ہے ۔ بھئی دو ہی تو

تھے آدم اور حوا۔ لیکن جب کھاؤ پیو ، رہو سہو، خوش ہوکر، رغداً معنی خوش
ہوکر کھاؤ پیو۔ حیث شئتما ۔ حیث کہتے ہیں اسپیس کو۔ یعنی مکانیت۔ زمانیت
مکانیت تو آپ سب نے سنا ہوگا۔ حیث شئتما جہاں سے دل چاہے ۔ یعنی اسپیس
کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ تمہیں کسی قسم کی کوئی قید و بند بھی نہیں ہے۔ تو
ایک لاکھ میل یا تو تم چل کے چلے جاؤ دو قدم میں وہاں پہنچ جاؤگے یا سیب سے
کہو تو آجا وہ ٹوٹ کے آجائے گا۔ مکانیت کی قید نہیں ہے۔ حیث شئتما۔ جہاں سے
دل چاہے۔ ولا تقربا هذہ الشجرة ... لیکن یہ جو ایک درخت ہے یہ ایک مخصوص
درخت ہے اس کے قریب نہیں جانا۔ اگر تم اس کے قریب چلے گئے تو تمہاری
خوشی ختم ہوجائے گی۔ اور جب خوشی ختم ہوجائے گی تو اس کا مطلب یہ ہے
کہ پھر تمہارا شمار ظالمین میں ہوگا۔ اور ظالمین کو جنت نہیں قبول کرتی۔
تمہیں نیچے جانا پڑے گا۔ وہی ہوا وہ جس طرح بھی ہوا اماں کو بہکایا یا ابا کو
بہکایا یا بھول چوک ہوگئی۔ یا شیطان ۔ جو بھی کچھ کیا ۔ آدم اس درخت کے
قریب چلے گئے۔ اب جب اس درخت کے قریب چلے گئے تو آدم کوئی جاہل تو تھے
نہیں۔ وہ تو اتنے بڑے عالم فاضل تھے کہ فرشتوں نے ان کے علم کو تسلیم کیا ان
کے سامنے جھک گئے فرشتے۔اب انہوں نے کہا بھئی یہ کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تو
منع کیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے منع کیا یہ تو بھول ہوگئی۔ یہ تو نافرمانی ہوگئی۔ اب
اللہ میاں اگر پوچھیں گے بھئی ہم نے تمہیں اتنی بڑی نعمت دی ۔ اتنا بڑا علاقہ
تمہارے سپرد کردیاجس میں ہماری دنیا جیسی کروڑوں دنیائیںآجائیں ہر چیز
تمہارے تابع کردی اور تم ایک بات پر قائم نہیں رہ سکے۔ ہم نے کہا تھا اس
درخت کے قریب نہ جانا۔ آپ غور فرمائیں آدم کے ذہن میں ایک خلش پیدا ہوگئی
کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگئی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ کیا مطلب ہوا
اس کا؟ وہ جو خوشی تھی وہاں سے آدم ہل گیا۔ جیسے ہی خوشی سے آدم ہلا
ناخوشی در آئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے کہا بھئی اب ناخوش آدمی جنت میں نہیں رہ
سکتا۔ اهبطوا مصراً فان لکم ماسلتم و ضربت علیت ذلت و مسکنا ... اب تم اس
شہر سے اتر جاؤ۔ اب تمہارے اوپر ذلت اور مسکنت کی مار ہے۔ اگر تمہیں
دوبارہ اس وطن میں آنا ہے تو پھر وہی ذہن بناؤ جس ذہن سے تم جنت میں
داخل ہوئے تو داخل ہوسکتے ہو ورنہ تم داخل نہیں ہوسکتے۔ آدم زمین پر
آگئے۔ سب کو پتہ ہے۔ پتہ نہیں کتنے لاکھوں سال کہتے ہیں، کوئی ہزارو ں سال
کہتے ہیں ، روتے رہے۔ اماں حوا اور ابا آدم کا فراق بھی ہوگیا۔ دور دور ہوگئے۔
بہرحال آدم علیہ السلام کی یہ فضیلت ہے کہ انہوں نے روکے دھو کے دعا کرکے
اپنی خطا معاف کرالی۔ معاف کرالی اور دوبارہ جنت میں چلے گئے۔ لیکن جنت
میں کب گئے؟ کب گئے؟ جب خوشی کا پیٹرن بحال ہوگیا۔ بھئی خطا معاف
ہوگئی خوشی کا پیٹرن بحال ہوگیا۔ تو انسان جب تک خوش نہیں رہے گا وہ
کچھ بھی کرلے جنت میں نہیں داخل ہوسکتا۔ جنت ایک ایسا مقام ہے ایک ایسا
خطہ ہے کہ جہاں ناخوشی کا تصور نہیں ہے۔ تو میں نے کہا بھئی یہ تو بڑی
اچھی بات ہوئی کہ اب ایک ہی بات بڑی آسان ہے کہ خوش رہو بھئی۔ اب پھر

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خوش کیسے رہیں۔ بھئی پیٹ بھی لگا ہوا ہے۔ دکھ درد
بھی ہے۔ اب فرض کرو اولاد۔ اللہ تعالیٰ سب کی اولاد کو سعادتمند کرے نافرمان
ہوجائے۔ اب کیسے باپ خوش ہوگا بھئی۔ کسی آدمی کے پاس جھونپڑی ہے۔
کسی آدمی کے پاس محل ہے۔ اب جھونپڑی والا کیسے خوش ہوجائے۔ محل تو
دیکھ رہا ہے نہ وہ ۔ نظر ایسا تو نہیں ہے محل کوئی ایسی چیز ہے جو نظر نہ
آتا ہو۔ ایک آدمی کے پاس بس کے پیسے نہیں، دوسرا آدمی جناب تیس چالیس
لاکھ روپے کی کار میں پھر رہا ہے۔ تو بشری تقاضوں کے تحت ذہن تو جائے گا۔
اب اگر وہ خوش ہوگا اس کا مطلب ہے وہ بے حس ہوجائے۔ اور جب وہ بے
حس ہوگیا پھر خوشی نہ خوشی دونوں زیر بحث نہیں آتی۔ وہ تو بیمار ہوگیا۔
اب میں نے پھر اس پہ غور کیا کہ بھئی خوشی کے بغیرتو بات بنتی نہیں پھر
خوش رہے کس طرح آدمی۔ تو مجھے یاد آیا کسی زمانے میں میں نے اپنے پیر و
مرشد سے یہ سوال کیا تھاکہ صاحب بندہ خوش رہے بندہ کیسے خوش رہے۔
بشری تقاضے ہیں۔ کمزوریاں ہیں۔ بچے ہیں۔ اب مثلاً میں آپ کو بتاؤں ہمارے
ہاں شرو ع شروع میں ناظم آباد میں رہتا تھا تو نیا نیا ٹی وی آیا تھا۔ میں نے کہا
میں تو نہیں لاتا یہ تو بہت خراب چیز ہے بچوں کی تربیت خراب ہوجائے گی۔ وہ
محلے پڑوس میں ٹی وی آگیا۔ بچے وہاں جانے شروع ہوگئے۔ خیر مجھے تو پتہ
نہیں تھا وہ بچے گئے۔ مجھے شکایت کی کسی بچے نے شکایت کی کہ ابا وہاں یہ
گئے تھے دیکھنے اور انہوں نے محلے والوں نے نکال کے دروازہ بند کردیا۔ شروع
شروع میں تھا ایسا۔ وہ لوگ سمجھتے تھے پتہ نہیں ٹی وی کیا چیز ہے۔اب جناب
یقین کریں مجھے تو رات بھر نیند نہیں آئی۔ میں نے سوچا یا تو مجھے اس محلے
میں نہیں رہنا چاہئے جہاں ٹی وی ہے ۔ کہیں جنگل میں جاکر رہوں۔ یا مجھے ٹی
وی لانا چاہئے ورنہ میرے بچے تو شدید احساس کمتری میں مبتلا ہوجائیںگے۔ قصہ
مختصر یہ جی صبح ہوئی سب سے پہلے میں نے ٹی وی لاکر گھرپہ رکھ دیا۔ اب
مجبوری ہے۔ آپ کہیں گے نہ جی آپ نے تو غلطی کی میں کہتا ہوں نہیں کوئی
غلطی نہیں کی اگر میں غلطی کرتا میرے بچے تو باغی ہوجاتے۔ وہ تو دیکھتے
ہیں ٹی وی۔ اب کم از کم گھر میں ٹی وی آگیا میں نے کنٹرول تو کرلیا کیا چیز
دیکھے کیا نہ دیکھے۔ تو میں نے حضور قلندر بابا اولیائؒ سے پوچھا کہ صاحب بندہ
خوش کیسے رہے۔ اس کی بھی کوئی ترکیب ہونی چاہئے ۔ تو انہوں نے مجھے تین
باتیں بتائیں۔ کہنے لگے اگر یہ تین باتیں آپ اختیار کرلیں جو آپ کے اختیاری ہیں
آپ اسے کرسکتے ہیں ہر آدمی کرسکتا ہے تو آپ ہمیشہ خوش رہیں گے۔ مجھے
تو جی بڑا شوق ہوا کہ بھئی کیا بات ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ دیکھو پہلی بات
تو یہ ہے کہ جو تمہارے پاس چیز ہے اس کا شکر ادا کرو۔ اور جو تمہارے پاس
چیز نہیں ہے اس کا شکوہ نہ کرو اس کے لئے جدوجہد کرو۔ اور اللہ نے وعدہ کیا
ہے کہ میں کسی کی کوشش رائگاں نہیں کرتا میں ضرور کامیاب کرتا ہوں۔ جو
چیز آپ کے پاس ہے اس پہ شکر کریں۔ مثلاً آپ کے پاس ریڈیو ہے دوسرے کے
پاس ٹی وی ہے تو آپ ریڈیو کا شکر تو کریں ٹی وی کی جدوجہد شروع کردیں۔

ایک تو یہ کہ جو تمہارے پاس چیز ہے اس کا شکر ادا کرو۔ جو نہیں ہے شکوہ نہ
کرو۔ اس کے لئے جدوجہد اور کوشش کرو۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ کسی سے
توقع نہیں قائم کرو۔ بھئی یہ میرا دوست ہے مجھے دس روپے دے دے گا۔ یہ میرا
دوست ہے مجھے کپڑے سلوا دے گا۔ یہ میرا دوست ہے میرے کام آجائے گا۔ نہ اس
لئے توقع نہ کرو کہ جس طرح تم مجبور ہو توقع قائم کرنے پر اسی طرح وہ بندہ
بھی مجبور ہے توقع قائم کرنے پر۔ تو یہ تو بڑا عجیب تماشہ ہے کہ ایک مجبور
آدمی ایک مجبور آدمی سے توقع کررہا ہے۔ ایک قصہ بھی سنایا کہ ایک ضرورت
مند آدمی بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ وزیر نے کہا کہ بھئی بادشاہ مصروف ہے ذرا
ٹھہرو۔ آپ کو ملوائیں گے۔ آج کل تو بادشاہ ہوتے نہیں ہیں۔ پہلے زمانے کی بات
ہے۔ تو وہ بیٹھ کے جو اس نے ادھر ادھر جھانکا اس نے ضرورت مند آدمی نے کہ
دیکھا بادشاہ کچھ مانگ رہا ہے آہستہ آہستہ۔ اس نے کہا یہ بادشاہ ہوکر مانگ
رہا ہے۔ وزیر سے یہ پوچھا یہ بادشاہ کیا کررہا ہے۔ یہ بادشاہ ہوکر مانگ رہا
ہے۔ کس سے مانگ رہا ہے۔ کہنے لگے بھئی اللہ سے مانگ رہا ہے۔ تو کہنے لگا
میرے جیسا تو پاگل آدمی کوئی نہیں جس سے بادشاہ مانگ رہا میں اس سے
جاکر کیوں نہیں مانگوں۔ یہ میں کیا پاگل پن کررہا ہوں کہ میں ایک اپنے جیسے
مجبور بھئی اس کے پاس زیادہ وسائل ہیں میرے پاس کم وسائل ہیں لیکن مجبور
یہ بھی ہے مجبور میں بھی ہوں۔ تو فرمایا توقع نہیں قائم کرنا کبھی۔ توقع قائم
کرنے کے لئے اگر کوئی ذات ہے واحد ذات ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ ہے۔ آپ
اللہ سے روزانہ ایک لاکھ توقعات قائم کریں اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں پورا
کردیگا۔ بندوں کے لئے آپ کتنی توقعات بندوں سے جتنی توقعات قائم کرلیں بھئی
ابا ہیں ان کے جیب میں سو روپے پڑے ہوئے ہیں۔ ذرا آپ تصور کریں سو روپے
پڑے ہوئے ہیں بیٹا آیا ابا ایک روپیہ دے دو۔ ابا نے دے دیا۔ تھوڑی دیر میں پھر آیا ابا
دو روپے دے دو۔ کیوں بھئی کیا کرنے ہیں۔ کہ جی فلاں غبارہ۔ اچھا۔ تیسری
دفعہ پھر آیا کہ ابا پانچ روپ دے دو ۔ اب آپ بتائیے کہ اب آپ کیا کریں گے۔ بیٹا
ہے آپ کا باہر کا آدمی نہیں ہے۔ اور جو کچھ کمائی ہے وہ بیٹے کے لئے آپ کو
پتہ ہے میں تو سب چھوڑ کے بچوں کے لئے کرنا اور قبر میں اتر جانا۔ لیکن تیسری
دفعہ میں آپ کا پارہ چڑھ جائے گاکہ بھئی یہ کیا مصیبت ہے بھئی چل تین روپے
دے دو پانچ روپے دے دو۔ لیکن دیکھئے آدمی ہر وقت اللہ سے مانگتا ہی رہتا ہے۔
کبھی اللہ نے جھڑکا؟ کبھی کمی کی ہے کسی چیز میں صاحب؟ کم و بیش تو
ہوتا ہے ۔ لیکن ایساتو نہیں ہوتا ہے نہ کہ آپ کو ملے ہی نہیں کچھ۔ بھئی جو
آج امیر کبیر ہیں کل وہ بھی غریب تھے۔ جو آج غریب ہیں وہ کل امیر ہوجائیں
گے۔ پاکستان بننے کے بعد سب کو پتہ ہے ہمارے آبا و اجداد کیسے تھے اب تو کہتے
ہیں سارے ہی وہاں امیر تھے سب کی فیکٹریاں لگی ہوئی تھیں۔ نہیں ایسا
نہیں ہر کسی کی فیکٹریاں لگی ہوئی تھیں۔ لیکن اب جب یہاں ہم دیکھتے ہیں
ایک باپ ہے بیچارے کے پاس جھونپڑی بھی نہیں تھی کرایہ پر رہتا تھا ہندوستان
میں یہاں آج ماشاء اللہ آٹھ بچے ہیں سب کے آٹھوں کے پاس گھر ہے۔ ایسا ہے

نہیں ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تو دیتا ہی ہے۔ اللہ کی کوئی اپنی ضرورت تو ہے نہیں۔ اللہ نے جو بھی کچھ بنایا وہ مخلوق کو دینے کے لئے ہی بنایا ہے۔ اللہ تو کپڑے بھی نہیں پہنتا ہے۔ روٹی بھی نہیں کھاتا۔ گھر میں بھی نہیں رہتا۔ تو جو ہستی صرف دینے کے لئے ہی بیٹھی ہوئی ہے اس سے توقع قائم کیوں نہ کریں آپ۔ جو خود مجبور ہے اس سے توقع قائم کرنے سے کیا آپ کو حاصل ہوگا۔ اب تین باتیں ایک تو بات یہ کہ آدمی کو خوش رہنا چاہئے۔ جو آدمی خوش یہاں نہیں رہے گا وہاں بھی خوش نہیں اٹھے گا۔ قرآن شریف میں ہے لها ما کسبت و لکم ماکسبتم ...یہ دنیا کھیتی ہے جو یہاں بوؤگے وہاں کاٹوگے۔ یہاں بھی یہی ہے۔ آپ گیہوں بوتے ہیں تو اس سے چنے نہیں کاٹتے ہیں۔ چنے بوتے ہیں تو اس سے شہتوت نہیں اترتے ہیں۔ شہتوت بوتے ہیں تو اس میں انار نہیں لگتے۔ تو اب یہاں اس دنیا کا بھی دستو ر ہے جو بوؤ گے وہ کاٹوگے۔ اسی طرح جو یہاں بوؤگے ... الدنیا مزرعة الآخرة... کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو یہاں بوؤگے وہاں کاٹوگے۔ اب ایک آدمی نے یہاں ناخوشی بوئی۔ آخرت میں کیا کاٹے گا؟ بات سمجھ میں آرہی ہے؟ جنت کیا ہے؟ تو کس طرح جاؤگے بھئی جنت میں؟ جب ہم یہاں ناخوشی بو رہے ہیں تو ناخوشی کاٹیں گے۔ ناخوش آدمی جنت میں جانہیں سکتا۔ تو خوش رہنے کے جو طریقے ہیں ، یا فارمولا ہے یا گر ہے وہ تین ہیں۔ اسے آپ یاد کرکے جائیں سب۔ اپنے بچوں کو بھی یاد کرانا چاہئے۔ یہاں اصل میں ہمارے ہاں ایک جنریشن گیپ آپ نے سنا ہوگا جنریشن گیپ، جنریشن گیپ ، موجودہ نسل میں اور بزرگوں میں دوری واقع ہوگئی ہے۔ اس کی وجہ کبھی آپ نے سوچی؟ میں نے تو سوچی۔ میری سمجھ میں یہ وجہ آتی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو وہ باتیں نہیں سناتے جو ہم اپنے بڑوں سے سنتے ہیں۔ ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہے۔ بچوں پہ بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ بچوں کو برا کہنے کا، ڈانٹنے کا ، ڈپٹنے کا ، طنز کرنے کا ، ہت تیری کی، ہو ہا ، اب وہ بچے خود ہی ڈر کے ابا سے الگ ہوگئے۔ ابا کو فرصت نہیں نہ بچوں کو فرصت ہے۔ تو اب جب آپ نے خود ہی اپنی تہذیب بچوں کو نہیں سکھائی تو جنریشن گیپ نہیں ہوگا تو کیا ہوگا بھائی؟ پہلے زمانے میں آپ کو یاد ہوگا جو بچے ساٹھ ستر سال کے ہوں گے انہیں یاد ہوگی یہ بات کہ بڑے بوڑھے بچوں کو انگلی پکڑ کے لے جاتے تھے مسجد میں جارہے۔ تب بچوں کو لے جارہے ہیں ۔ کسی بزرگ کی صحبت میں جارہے۔ تب لے جارہے ہیں۔ کہیں مجلس ہورہی تب جارہے ہیں۔ شادی بیاہ میں تب جارہے ہیں۔ یعنی بچے ماں باپ کے ساتھ ساتھ ساتھ ساتھ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ وہاں کیا ہوتا تھا اب باپ اپنے بڑوں کا ادب کرتا تھا تو بچوں کو خود ہی پتہ ہوتا تھا کہ بڑوں کا بھئی اس طرح ادب کرنا چاہئے۔ باپ کو جب چھوٹا کوئی سلام کرتا تھا تو اس کو گلے لگاتا تھا پیار کرتا تھا سر پہ ہاتھ پھیرتا تھا اس کی خیریت پوچھتا تھا اماں کی ابا کی بھئی کون کیا پڑھ رہے ہو، کون سے اسکول میں ہو، کیا کیا۔ تو بچوں کو یہ بھی پتہ تھا بھئی چھوٹوں کے ساتھ اس طرح پیش آنا چاہئے۔ پھر جہاں دس آدمی بیٹھتے

تھے سوائے اللہ رسول کے کوئی بات ہی نہیں ہوتی تھی۔ اب تو سوائے پیسے
کے ، سوائے سیاست کے کوئی بات نہیں ہوتی۔ کسی کے گھر چلے جاؤ سوائے
سیاست کے کوئی بات نہیں۔ بھئی تمہیں وزیر بننا ہے۔ تمہیں کیا کرنا ہے بھئی۔
نتیجہ یہ ہوا جنریشن گیپ بڑھ گیا۔ تو یہ بھی بڑی ضروری ہے کہ جو باتیآپ
سنیں آپ خوش ہوں آپ یہ سمجھیں کہ واقعی بھئی یہ عمل کرنے کی باتیں ہیں
بچوں کو ساتھ بٹھائیں۔ ان کو بھی سنائیں۔ بھئی آج ہم گئے تھے ہم نے یار عجیب
باتیں سنیں بھئی آؤ تمہیں بھی سنائیں۔ تو ہوسکتا ہے آپ کی باتیں سن کے بچے
مزید آپ سے سوال کریں اور ان کی دلچسپی بڑھ جائے۔ اب آپ کی بات سمجھ
میں آگئی ہوگی کہ اگر آپ یہاں ناخوش مر گئے تو وہاں بھی ناخوش مریں گے۔
الدنیا مزرعة الآخرة اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... وما ادرک وما علیین ... وما
ادرک ما سجیین ... کتاب المرقوم ہ اے پیغمبرﷺ! آپ کیا سمجھے کہ مرنے کے بعد
اعلیٰ زندگی کیا ہے؟ ایک ویڈیو فلم ہے۔ اور اے پیغمبر ﷺ! آپ کیا سمجھے مرنے کے
بعد اسفل زندگی ، پریشانی کی زندگی ، عذاب کی زندگی کیا ہے؟ کتاب
المرقومہ ویڈیو فلم ہے۔ تو جب آپ کی ویڈیو فلم یہاں علیین کی بنے گی جبھی
تو آپ علیین کو وہاں جاکے دیکھیں گے۔ اور اگر اللہ نہ کرے یہاں سجیین کی
ویڈیو فلم بن گئی تو وہاں اس میں علیین کہاں سے نظرآجائے گا۔ تو پہلی بات تو
یہ ہے کہ آپ خود بھی خوش رہیں۔ اپنے دوستوں سے بھی کہیں خوش رہیں۔
اپنے بچوں کو بھی خوش رکھیں۔ اب کوئی کہے جی بھئی کیسے خوش رہیں۔
کہیں صاحب تین گر بتائے ہیں۔ حضور قلندر بابا نے ۔ آپ اس کی تشریح کریں۔
اپنے دوستوں کو کہیں، بچوں کو کہیں، بیوی کو کہیں۔ اچھا ایک دفعہ کہنے سے
اثر نہیں ہوتا یہ بھی ہے۔ جب چھوٹا بچہ ہوتا ہے وہ کسی چیز کو دس بیس
دفعہ جب پوچھتا ہے توا سکو پتہ ہوتا ورنہ مم ہی کہتا رہتا ہے مم مم مم ۔
سو دو سو دفعہ جب پانی سنے گا تو کہے گا پانی۔ تو بچہ جس پانی سے پیاس
بجھا رہا ہے اس کو نام یاد ہونے میں سو دفعہ کہنا پڑتا ہے تو آپ دس دفعہ تو
کہیں اچھی بات کسی دوسرے سے۔اب آپ کو کیا کہنا ہے؟ خوش رہنا ہے۔ بھئی
کس طرح خوش رہیں؟ کس طرح خوش رہیں؟ ہاں کھڑے ہوکر بتاؤ زور سے۔
اور؟ اور جو نہیں ہے اس کے لئے جدوجہد کریں۔ یہ نہیں ہے پڑ جائیں ہاتھ میں
ہاتھ رکھ کے اس کو نہیں اللہ پسند کرتا ۔ جو ہے اس میں شکر ادا کریں۔ جو
نہیں ہے اس کے لئے جدوجہد کریں۔ یہ نہیں ہے کہ صاحب اب اس زمانے میں
آپ کہیں نہ جی ہم تو ریڈیو نہیں رکھتے۔ آپ دنیا سے کٹ جائیں گے۔ نہ جی
کمپیوٹر ... لاحول ولا قوة یہ سائنس کی ایجاد ہے ہم نہیں رکھتے۔ آپ کی تو
حیثیت ہی ختم ہوجائے گی دنیا سے۔ جو ہے اس کو بھرپور استعمال کریں۔
خوش ہوں۔ بھئی خوش نہیں ہوں گے بھرپور استعمال نہیں کریں گے تو شکر
کیسے کریں گے؟ آپ کے پاس بہترین قلم ہے۔ پانسو روپے کا۔ آپ نے ڈبے میں بند
کرکے رکھا ہوا اس سے لکھتے ہی نہیں ہیں۔ کیا یہ شکر ہوگیا؟ شکر تو یہ ہے
کہ اس قلم کو استعمال کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قلم دیا ۔ گھر میں آپ کے

بوریاں بھری ہوئی ہیں آٹے کی، روٹی نہیں کھاتے، بھوکے مرجاتے ہیں۔اور کہتے
ہیں یا اللہ تیرا شکر، یا اللہ تیرا شکر۔ تو نے ہمیں آٹا دیا یا اللہ تیرا شکرتو نے
اتنی بوریاں دیں۔ اور یا اللہ تیرا شکر ہمارا گھر بھرا پڑا ہے۔ اور کھاتے نہیں
بھوکے مرجاتے ہیں کیا یہ شکر ہوگا؟ شکر کا مطلب ہے استعمال ۔ ولقد اتینا
لقمٰن الحکمة ان اشکر للہ ... کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے لقمان کو
حکمت دی تاکہ وہ استعمال کریں۔ اب حضرت لقمان کو جڑی بوٹیاں بتاتی تھیں
ہمارے میں یہ فائدہ، ہمارے میں یہ فائدہ ، ہمارے میں یہ فائدہ، وہ کہتے یا اللہ
تیرا شکر ہے تو نے مجھے حکمت دی، یا اللہ تیرا شکر اور وہ نہ علاج کرتے اور نہ
بیماریاں ڈھونڈتے تو شکر ہوجاتا؟ و من یشکر فانما یشکر لنفسہ و من کفر فان
ربک لغنی الحمید ... کہ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرکے
خوش ہوتے ہیں وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی دی ہوئی
نعمتوں کو استعمال تو کرتے ہیں لیکن خوش نہیں ہوتے وہ کفران نعمت کرتے
ہیں۔ اور اللہ ان سے بے نیاز ہے۔ آپ کو میں تحفہ دوں ایک آپ اٹھا کے پھینک
دیں۔ میں خوش ہوجاؤں گا کیا؟ عطر دیا میں نے آپ کو ۔اور میں نے پھینک دیا۔
اب میں باہر نکلا میں نے کہا یار یہ عطر تو میں نے دیا تھا بڑا ہی ناشکرا آدمی ۔
کیا کہے گا ... نہیں آپ کیا کہیں گے اس کو؟ یار کیسا ناشکرا آدمی ہے اتنا میں
نے قیمتی عطر دیا پھینک کے چلا گیا یار۔ اچھا اب وہ میں نے عطر دیا آپ مجھے
ملیں مہینے دو مہینے میں وہ عطر میں نے آپ کا لگایا ہوا میں آپ کے گلے ملا
میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہوگا۔ خوشی کب ہوئی؟ جب آپ نے استعمال کیا
چیز کو۔ تو جو نعمت اللہ کی جو بھی نعمت ہے بیوی ہے، بچے ہیں، والدین ہیں،
گھر ہے، کاروبار ہے، پیسہ ہے، جتنا آپ استعمال کریں گے اس کو اور خوش ہوں
گے وہ سب اللہ کے لئے ہے۔ اور آپ جو چیز ابھی آپ کو میسر نہیں ہے ہوسکتا
ہے ابھی آپ اتنے بالغ ذہن ہی نہ ہوئے ہوں ۔ آپ کے پاس بیس ہزار روپے ہیں۔
بھی تو ہوسکتا ہے جب دو لاکھ روپے ہوں تو آپ کا دماغ ہی خراب ہوجائے آپ
جناب فرعون بن جائیں۔ ہوتا ہے۔ اب بتدریج دس سے بیس، بیس سے چالیس،
چالیس سے پچاس، پچاس سے سو، ایک لاکھ ، آپ کا دماغ خراب نہیں ہوگا۔ تو
اللہ کو تو پتہ ہے ناں کہ کس نعمت کو کس طرح دیا جائے۔ اب بچے اٹھارہ سال
میں بالغ ہوتا ہے۔ دل تو یہ چاہتا ہے ہر ماں باپ کا اٹھارہ مہینے میں بالغ
ہوجائے۔ اٹھارہ سال انتظار کررہے ہیں بچے کی جوانی کا اللہ میاں اٹھارہ مہینے
میں کردے۔ وہ غلط ہے۔ طریقہ کار ہے ایک دنیا میں ۔ تو خوش رہیں۔ جو چیز
اللہ کی عطا کردہ ہے اللہ نے دے دی آپ نے اپنی محنت سے کمائی ۔ محنت بھی
تو اللہ بھئی اگر صحت نہ دے تو محنت کہاں سے کروگے؟ اس کا شکر ادا کرنا۔
اس کو استعمال کریں۔ اور جو چیز حاصل نہیں ہے اس کے لئے جدوجہد کریں اور
کوشش کریں۔ جدوجہد کوشش سے اگر وہ چیز حاصل ہوگی تو آپ جتنی
جدوجہد کریں گے اس چیز کے حصول کے بعد آپ کو اتنی ہی خوشی ہوگی۔ اور
تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی سے توقع قائم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم

سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جو کچھ یہاں ہم سنتے ہیں وہ ہمیں آگے بھی بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آگے بڑھانے میں سب سے زیادہ حصے دار ، حق دار ہمارے بچے ، ہمارے والدین ہمارے خاندان، اور اس کے بعد دوست احباب ہیں ہمارے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

★★★★★